# قاضی سجاد حسین بطور مترجم مثنوی معنوی

ڈاکٹر معصومہ غلامی

ABSTRACT:

**Jalal ad-Din Muhammad Rumi** was a 13th-century Muslim poet, Islamic scholar and Sufi mystic. Rumi's influence transcends national borders and ethnic divisions. Many people around the world have greatly appreciated his spiritual legacy for the past seven centuries. His poems have been widely translated into many of the world's languages and transposed into various formats. According to the recent research by the writer there are 17 prose translations and 14 verse translations of the Mathnavi-e-Ma'nawi in Urdu language. Qazi- Sajjad- Hussain has translated Mathnavi-e- Ma'nawi s' complete 6 volumes for the first time in Urdu prose. This article is a critical review of his work.

قاضی سجاد حسین کا ترجمہ مثنوی معنوی برصغیر میں مثنوی معنوی کا پہلا مکمل نثری اردو ترجمہ ہے۔ انھوں نے بڑی عرق ریزی سے پوری مثنوی کو اردو نثر میں منتقل کیا ہے۔ قاضی سجاد حسین ۳ نومبر ۱۹۱۰ء کو کرتپور ضلع بجنور کے ایک علمی و تاریخی خاندان میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد حکیم قاضی شمشاد حسین نے اپنے بیٹے کی تربیت کا بڑا اہتمام کیا۔ آپ نے عربی و فارسی کی ابتدائی تعلیم کرتپور سے حاصل کی۔ مزید تعلیم کے لیے ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۶ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور ۱۳۴۸ھ/ ۱۹۳۰ء تک وہیں سے تعلیم حاصل کرتے رہے۔ قاضی صاحب نے تعلیم سے فراغت کے بعد ۱۳۴۹ھ/ ۱۹۳۱ء میں مدرسہ فتح پوری دہلی میں تدریسی خدمات کا آغاز کیا۔ تدریس کے ساتھ ساتھ، آپ نے ۱۹۳۴ء میں الہ آباد بورڈ سے فاضل ادیب کا امتحان دے کر تمام بورڈ میں اول درجہ حاصل کیا۔ پھر ۱۹۳۵ء میں پنجاب یونیورسٹی سے آنرز ان عربک (مولوی فاضل) پاس کیا۔ اس کے علاوہ منشی فاضل درجہ اول پاس کیا اور فارسی کے دوسرے امتحانات بھی دیے۔ (۱)

قاضی صاحب نے فارسی، عربی، اور اردو پر مکمل دسترس رکھنے کے باعث فارسی کی چند زندہ جاوید تصانیف کو اردو کا جامہ پہنایا۔ ان میں دیوان حافظ، مثنوی معنوی، گلستان و بوستان سعدی اور اخلاق محسنی از ملاحسین واعظ کاشفی جیسی شاہکار کتب شامل ہیں۔ ۱۹۶۶ء میں اس دور کے ہندوستانی صدر نے قاضی سجاد کی علمی و ادبی خدمات کے پیش نظر آپ کو Certificate Honners in Persia کا اعزاز عطا کیا۔

قاضی سجاد حسین کا ترجمہ مثنوی معنوی پہلی دفعہ ۷۸-۱۹۷۴ء میں بمبئی آرٹ پریس اور سب رنگ کتاب گھر دہلی سے چھ جلدوں میں شایع ہوا۔ بعدازاں یہ ترجمہ ۱۹۷۸ء میں مرکز تحقیقات ایران و پاکستان، اسلام آباد اور مؤسسہ انتشارات اسلامی لاہور سے چھپا۔ ڈاکٹر وحید قریشی نے اس ایڈیشن کا دیباچہ رقم کیا۔ آپ نے ۲۹ صفحوں پر مشتمل اس دیباچے میں برصغیر میں مثنوی معنوی کی آمد پر تفصیلی نوٹ تحریر کیا ہے اور مختلف ادوار میں مطالعۂ مثنوی کا جائزہ پیش کر کے بعض تراجم اور شروح پر تبصرہ بھی کیا ہے۔

یہ ترجمہ، مثنوی معنوی کی ہمہ گیر مقبولیت کے پیش نظر مختلف مطابع سے وقتاً فوقتاً چھپتا رہا۔ ۱۹۹۵ء میں الفیصل لاہور سے تین جلدوں میں طباعت دہلی کا عکسی نسخہ، شایع ہوا۔ حامد اینڈ کمپنی لاہور، رضا پرنٹرز لاہور، اسلامی کتب خانہ لاہور اور پیکجز لمیٹڈ لاہور سے بھی یہ ترجمہ تین جلدوں میں طبع ہو کر سامنے آیا۔ ان طباعتوں پر سنہ اشاعت درج نہیں ہے۔

اس ترجمے کی بعض طباعتیں ''مثنوی مولوی معنوی، ہست قرآن در زبان پہلوی'' کے عنوان سے بھی چھپی ہیں۔

قاضی صاحب نے ۱۹۷۴ء میں دفتر اول کا ترجمہ مکمل کیا۔ اس دفتر کے دیباچے میں مترجم نے مولانا کے سوانح پر روشنی ڈالنے کے بعد، رومی کی تصانیف کا تعارف پیش کیا ہے۔ ساتھ ساتھ آپ نے صوفیانہ اور فلسفیانہ موضوعات کے حوالے سے دفتر اول کے اشعار درج کر کے رومی کے خیالات کی نشاندہی کی ہے۔ چنانچہ مترجم نے بڑے قابل فہم انداز میں وحدت الوجود، وحدت الشہود، جبروقدر، تجاذب اجسام و ذرات، تجدد امثال، مسئلۂ ارتقااور وجود کے مراتب جیسے مفاہیم کی تشریح وتوضیح کی ہے۔ انھوں نے اس دفتر سے متعلق صوفیانہ اصطلاحات، تاریخی و مذہبی شخصیات، واقعات اور مقامات کے حوالے سے بھی سودمند معلومات درج کی ہیں۔

اس دیباچے کی تحریر میں چند ایک غلطیاں بھی نظر آتی ہیں، مثلاً مترجم نے **فیہ مافیہ** کو مکتوبات مولانا کا مجموعہ قرار دیا ہے۔(۲) حالانکہ یہ کتاب تقاریر مولانا پر مشتمل ہے۔

مترجم کے مطابق مثنوی معنوی کے کل اشعار کی تعداد ۲۶۶۶ ہے۔ البتہ راقم السطور کے خیال میں دراصل یہ ۲۶۶۶۰ ہے جو کتابت کی غلطی کی وجہ سے اسی صورت میں درج ہوا ہے۔ قاضی سجاد نے دیباچے میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مثنوی مطبوعہ نامی کانپور کو بنیادی نسخے کے طور پر استعمال کیا ہے۔ راقم السطور نے ڈاکٹر محمد استعلامی کے تدوینی نسخے کو اس تحقیق کی بنیاد بنایا ہے۔ میرے پیش نظر نسخے کے مطابق مثنوی کے کل اشعار کی تعداد ۲۵۶۸۵ ہے۔ جلیل القدر مستشرق اور محقق رینولڈ نکلسن (Reynold A. Nicholson) کے تدوینی نسخے میں ۲۵۵۷۷ اشعار موجود ہیں۔(۳) اس اختلاف کے پیش نظر، اس ترجمے کے مطالعے کے دوران ایسے بے شمار

اشعار ملتے رہے جو ڈاکٹر استعلامی کے نسخے میں موجود نہیں تھے۔ البتہ نکلسن کے تدوینی نسخے میں بھی ان اشعار کا سراغ نہیں ملا۔

قاضی سجاد حسین نے ۱۹۷۶ء میں دفتر دوم کا ترجمہ مکمل کیا۔ آپ نے اس دفتر کے مقدمے میں لکھا ہے کہ دفتر اول کی اشاعت کے بعد، ملک کے اہل علم نے بذریعہ خطوط اس کی تعریف وتوصیف کی اور ملک کے ہر گوشے میں اس کی مانگ شروع ہوگئی۔(۴) ایسے میں مترجم نے دفتر دوم پر کام کرنا شروع کیا۔ دوسرے دفتر کے مقدمے میں، قاضی سجاد حسین نے این میری شمل پروفیسر ہارورڈ یونی ورسٹی کا مضمون بھی شامل کیا۔ یہ مضمون مولانا کے حالات اور مثنوی معنوی کے بارے میں جدید معلومات کا حامل تھا۔

مترجم نے تیسرے دفتر کے ترجمے کو اگست ۱۹۷۶ء کو مکمل کیا اور دفتر چہارم کو اپریل ۱۹۷۷ء میں سار دو کا جامہ پہنایا۔ چوتھے دفتر کے دیباچے میں مترجم نے اپنے سفرقونیہ کی روداد سنائی ہے۔ قاضی صاحب نے ۱۴ستمبر ۱۹۶۷ء کو مولانا روم پر ایک سہ روزہ سیمینار میں حصہ لینے کے سلسلے میں قونیہ کا سفر کیا۔ انھوں نے قیام قونیہ کے بعد قاہرہ، مکہ، مدینہ اور عراق کا سفر اختیار کیا۔ اس سفر کا مختصر تذکرہ دیباچے میں درج کیا گیا ہے۔

قاضی صاحب نے دفتر پنجم کا ترجمہ ۳ جنوری ۱۹۷۸ء کو مکمل کیا اور دفتر ششم کا ترجمہ ۲۳ جون ۱۹۷۸ء کو درجہ تکمیل کو پہنچا۔ مترجم کے مطابق مثنوی معنوی سات دفتروں پر مشتمل ہے۔ آپ دفتر اول کے دیباچے میں رقم طراز ہیں:

> ''تحقیق یہی ہے کہ چھٹا دفتر مولانا نے خود مکمل فرمایا اور اس کے بعد، ساتواں دفتر بھی تحریر فرمایا ہے۔ شیخ اسماعیل قیصری کو یہ دفتر ۸۱۴ھ میں دستیاب ہوا اور انھوں نے تحقیق سے ثابت کیا کہ یہ خود مولانا کا ہی تحریر کردہ ہے......''۔(۵)

حالانکہ رومی شناس حضرات کی تحقیقات کے مطابق مثنوی معنوی چھ دفتروں میں مکمل ہو چکی ہے اور دفتر ہفتم بعد کی صدیوں کی جعلیات میں سے ہے۔

برصغیر میں چند صوفی اور ادیب حضرات نے مثنوی کی پیروی میں دفتر ہفتم تحریر کیا ہے۔ مفتی الٰہی بخش کاندھلوی اور مولانا شیخ محمد تھانوی نے تکمیل مثنوی کے لیے خاتمہ اور ساتواں دفتر تحریر فرمایا۔ قاضی سجاد حسین نے مفتی الٰہی بخش کے تحریر کردہ خاتمے کو اردو کا جامہ پہنا کر اسے دفتر ششم میں شامل کیا ہے۔

مترجم نے سطر بہ سطر، روانی و سلاست کے ساتھ ترجمہ کیا ہے۔ آپ نے اصل متن کے ساتھ وفاداری کا مظاہرہ کر کے لفظی ترجمہ کیا ہے۔ آپ کی یہ کوشش رہی ہے کہ جتنے الفاظ میں رومی نے مصرع لکھا ہے اتنے ہی الفاظ میں اس مصرعے کا ترجمہ پیش ہو جائے۔ ساتھ ساتھ وضاحت طلب مقامات پر حواشی کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اختصار اور جامعیت اس ترجمے کا طرۂ امتیاز ہے۔ آج کا دور ٹیکنالوجی کا دور ہے۔ اس دور کے انسان کے پاس ناول کے بجائے مختصر افسانوں سے دلچسپی کا رجحان زیادہ نظر آتا ہے۔ قاضی سجاد حسین نے وقتی ذوق کو مدنظر رکھ کر مثنوی معنوی جیسی عظیم اور ضخیم تصنیف کو نہایت مختصر انداز میں پیش کیا ہے۔ انھوں نے وقتی تقاضوں کے مطابق مثنوی معنوی کو سلیس اور سادہ زبان میں منتقل کیا ہے۔ یہ وہ دن تھے جب برصغیر میں فارسی زبان پر زوال آ گیا تھا، جس کے

نتیجے میں جدید نسل فارسی شاعری کے بہت سے ملزومات، تلمیحات، اشارات اور نظام کنایات سے ناواقف تھی۔ مترجم نے بڑی حوصلہ مندی سے قدم قدم پر مثنوی سے متعلق صوفیانہ، شاعرانہ، تاریخی اور مذہبی اصطلاحات کی تبیین کی ہے۔ ان سب باتوں کے پیش نظر یہ کہنا بجا ہوگا کہ قاضی صاحب کا ترجمۂ مثنوی معنوی، بہترین منثور تراجم میں سے ہے۔

رومی نے مثنوی میں مختلف عناوین قائم کر کے ان سے متعلق حکایات و خیالات کا ذکر کیا ہے۔ یہ عناوین کبھی فارسی نثر کی صورت میں ملتے ہیں کبھی قرآنی آیات اور احادیث کی شکل میں۔ بعض اوقات رومی نے فارسی اشعار کو اپنی حکایات کا عنوان بنایا ہے۔ مترجم نے تمام عناوین کے ترجمے کا اہتمام کیا ہے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو:

عنوان: 'وبیت حکیم سنائی قدس سرہ:

بمیر اے دوست پیش از مرگ اگرمی زندگی خواھی

که ادریس از چنین مردن بهشتی گشت پیش ازما''

ترجمہ: اور حکیم سنائی قدس سرہ کے شعر کی تفسیر:

اے دوست! مرنے سے پہلے مرجا، اگر تو زندگی چاہتا ہے

کیونکہ ادریس ہم سے پہلے ایسے مرنے سے بہشتی بن گئے ہیں۔'' (۶)

عنوان: 'در معنی لولاك لما خلقت الافلاك'

ترجمہ: ''اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا کے معنی''۔(۷)

مترجم نے مصرع کے نیچے بین السطور میں نہایت کم لفظوں میں ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے لیکن حاشیہ نگاری سے تحت الفظ ترجمے کی کمیوں کو دور کیا ہے۔ مترجم کے اسلوب سے آشنا ہونے کے لیے یہ اشعار دیکھیے:

- از تو نوشند از ذکورو ازاناث | بے دریغی در عطاء یا مستغاث
  مذکر اور مونث تجھ ہی سے پی رہے ہیں | اے فریادرس! تو عطیات میں بے روک ٹوک ہے۔(۸)

- جمله هستی ها ازاین روضه چرند | گر براق و تازیان و رخود خرند
  تمام موجودات اسی باغ سے غذا (وجود) حاصل کرتے ہیں۔ | خواہ براق اور عربی گھوڑے ہوں یا خود گدھے ہوں۔(۹)

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ مترجم نے فارسی سے اردو میں ترجمہ کرتے وقت مختصر اور دو ٹوک انداز میں مفہوم کو منتقل کیا ہے۔ کم لفظوں میں مفہوم کی ترسیل قاضی سجاد حسین کے فن ترجمہ نگاری کی نمایاں خصوصیت ہے۔ قاضی صاحب نے ترجمے کے دوران حواشی سے طرح طرح کا کام لیا ہے۔ آپ نے حاشیے میں وضاحت طلب مقامات پر فارسی زبان کی صرفی ونحوی ساخت کی تشریح بھی پیش کی ہے۔ مثال کے طور پر دیکھیے:

- برگشا گنجینۂ اسرار را  در سوم دفتر بهل اعذار را
رازوں کا خزانہ کھول دے  تیسرے دفتر میں عذروں کو چھوڑ دے
مترجم نے حاشیے میں لکھا ہے: ''بہل - امر کا صیغہ ہے۔ ھلیدن، بمعنی چھوڑنا''۔ (۱۰)

- چون که زرگر از مرض بدحال شد  درگدازش شخص او چون نال شد
جب سنار مرض سے بدحال ہو گیا  اور اس کا جسم پگھل کر قلم کے ریشہ کی طرح ہو گیا
مترجم حاشیے میں رقم طراز ہیں: ''گدازش حاصل مصدر ہے گداختن کا، پگھلنا، لاغر ہونا۔'' (۱۱)

مترجم نے ترجمے کے دوران، بعض اوقات حاشیے میں رومی کے اشعار کی مناسبت سے اردو اور فارسی شعرا کے اشعار کی تضمین درج کی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے فارسی اور اردو ادب کا بنظر غائر مطالعہ کر رکھا ہے۔ نمونے کے طور پر ذیل کے اشعار دیکھیے:

- آفتابی کزوے این عالم فروخت  اندکی گر پیش آید جمله سوخت
وہ سورج جس سے یہ سارا عالم روشن ہے  اگر تھوڑا سا آگے آ جائے تو سب کو جلا دے

اس شعر کی مناسبت سے حاشیے میں اکبر آلہ آبادی کا یہ شعر درج ہے:

ے پروانے نے شمع سے لپٹنا چاہا  پہلے تھا نور میں اور اب نار میں ہے (۱۲)

رومی کا شعر ملاحظہ ہو:

ے اینِ دهان بستی دهانی باز شد  کو خورنده لقمه هاے راز شد
تو نے یہ منہ بند کیا تو ایسا منہ کھلا  جو اسرار کے لقمے کھانے والا بنا

اور مترجم نے حاشیے میں شیخ سعدی کا یہ شعر لکھا ہے:

ے اندرون از طعام خالی دار  تادرو نور معرفت بینی (۱۳)

اس قسم کی ایک اور مثال پیش خدمت ہے:

ے گرچه تفسیر زبان روشن گرست  لیك عشق بے زبان روشن تراست
اگرچہ زبان کی تشریح روشنی ڈالنے والی ہے  لیکن بے زبان عشق زیادہ روشن ہے

حاشیے میں علامہ اقبال کا یہ شعر درج ہے:

ے نہیں منت کش تاب شنیدن داستان میری  خموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زبان میری (۱۴)

اس طرح کی متعدد مثالیں اس ترجمے میں موجود ہیں۔

مترجم نے متن میں نمبر لگا کر حاشیے میں فارسی اور عربی الفاظ کے مفہوم کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس سے مطالعے میں بڑی آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ کیجیے:

ے پیش قدرت خلق جمله بارگه  عاجزان چون پیش سوزن کارگه
قدرت کے سامنے، عالم کی تمام مخلوقات  عاجز ہیں جس طرح سوئی کے سامنے کڑھائی کا کپڑا

مترجم نے حاشیے میں مشکل الفاظ کا مطلب لکھا ہے''بارگہ: عالم، دنیا - سوزن: سوئی - کارگہ: وہ کپڑا جس پر نقاش بیل بوٹے کاڑھتا ہے۔'' (۱۵)

؎ بر رسول حق فسون ھاخواندند رخش دستان وحیل می راندند
اللہ کے رسولؐ پر انھوں نے بہت سے منتر پڑھے مکر اور فریب کا گھوڑا دوڑاتے تھے

مترجم نے حاشیے میں بعض الفاظ کی وضاحت یوں کی ہے۔''فسوں: افسون، منتر - رخش: رستم کا گھوڑا، گھوڑا- حیل: حیلہ کی جمع۔'' (۱۶)

؎ اندر آن کہ بود اشجار و ثمار سیب و امرود و انار بے شمار
اس پہاڑ میں درخت اور پھل تھے بے شمار سیب اور امرود اور انار تھے

مترجم نے حاشیے میں دو عربی الفاظ کی تشریح کی ہے:''اشجار: شجر کی جمع ہے، درخت ۔ ثمار: ثمرۃ کی جمع ہے، پھل''۔ (۱۷)

رومی نے فارسی اشعار کے ساتھ ساتھ، بعض ایسے اشعار بھی لکھے ہیں جو تمام عربی زبان میں ہیں۔ مترجم عربی اشعار کے ترجمے سے بھی بخوبی عہدہ برآ ہوئے ہیں۔ نمونے کے طور پر یہ اشعار پیش خدمت ہیں۔

؎ کنت کنزاً رحمةً مخفیةً فانبعثت امةً مھدیةً
میں رحمت کا ایک چھپا ہوا خزانہ تھا تو میں نے ایک ہدایت یافتہ امت پیدا کی (۱۸)

؎ کیف یأتي النظم لي والقافیه بعد ماضاعت اصول العافیه
مجھے نظم اور قافیہ کیسے دستیاب ہو؟ جبکہ عافیت کی جڑیں برباد ہوگئی ہیں۔ (۱۹)

؎ کل اصباح لنا شان جدید کل شیء عن مرادی لا یحید
ہر صبح کو ہماری نئی شان ہے کوئی چیز میرے ارادے سے انحراف نہیں کرتی ہے۔ (۲۰)

مترجم نے فارسی محاوروں کو بڑی مہارت سے اردو کا جامہ پہنایا ہے۔ آپ نے فارسی محاوروں کا مفہوم سمجھنے اور منتقل کرنے کے منصب کو بخوبی نبھایا ہے۔ اگرچہ بعض مقامات پر ان سے غلطی بھی سرزد ہوئی ہے جن کی طرف بعد میں اشارہ کیا جائے گا۔ ذیل میں چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

؎ بر سرزر تا چھل منزل براند تاکہ زر را در نظر آبی نماند
چالیس منزل تک سونے پر چلتا رہا یہاں تک کہ اس کی نظر میں سونے کی وقعت نہ رہی (۲۱)

لغت میں دیکھا جائے''آب'' کا مطلب''ارزش، اعتبار'' بھی ہے۔ مترجم نے دوسرے مصرع کے ترجمے میں درستی سے اس کا مفہوم درج کیا ہے۔

؎ ورنہ من تان کور گر دانم ستم گفتم از گردن برون انداختم
ورنہ میں تمہیں اندھا کردوں گا، ظلم میں نے بتا دیا، اپنا فرض ادا کر دیا۔ (۲۲)

فارسی محاورہ ''از گردن برون انداختن'' کا مفہوم ''فرض ادا کرنا'' ہے۔مترجم نے صحیح طور پر اس کا ترجمہ کیا ہے:

؎ **این چه دم اژدها افشردن است　　هیچ دانی چه خبر آوردن است**

یہ کیا اژدھے کی دم دبانا ہے؟　　تو جانتا ہے کہ کیسی خبر لانا ہے؟

مترجم نے مصرع کے نیچے ''دم اژدھا افشردن'' کا لفظی ترجمہ کیا ہے لیکن مزید وضاحت کے لیے حاشیے میں لکھا ہے ''کوئی انسان اژدھے کی دم مسلے تو یہ انتہائی خطرناک کام ہے''۔(۲۳) جس طرح قاضی سجاد حسین نے اشارہ کیا ہے ''دم اژدھا افشردن'' سے مراد ''خطرناک کام'' ہے اور مترجم نے بخوبی اس نکتے کی نشاندہی کی ہے۔ اس طرح کی بہت سی مثالیں اس ترجمے میں موجود ہیں۔

رومی نے کہا ہے کہ ''من زقرآن مغز را برداشتم'' اور اسی قول کے پیش نظر کہا گیا ہے کہ:

مثنوی　　مولوی　　معنوی

ھست　　قرآن　　در　　زبان　　پہلوی

دراصل مثنوی معنوی، قرآن پاک کی عام فہم تفسیر ہے اور اس کے اکثر اشعار قرآنی حقایق کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اس لیے مثنوی کے مترجم اور شارح کے لیے قرآنی علوم کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ مترجم نے ایسے اشعار کا ترجمہ کرتے وقت ان سے متعلق قرآنی آیات اور قصص کا استخراج کر کے حاشیے میں ان کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس طرح کے چند اشعار پیش خدمت ہیں:

؎ بوے پیراہان یوسف کن سند　　زانکه بویش چشم روشن می کند

حضرت یوسف کے لباس کی خوشبو کا سہارا پکڑ　　کیونکہ اس کی خوشبو آنکھ کو روشن کرتی ہے

حاشیے میں مترجم نے لکھا ہے ''حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض کی خوشبو سے روشن ہوگئی تھی تو قدرت کے مناظر دیکھو، نظر روشن ہو جائے گی اور مشاہدے تک پہنچ سکے گا''۔(۲۴)

؎ چون ید الله فوق أیدیهم بود　　دست مارا دست خود فرمود احد

جب کہ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہوا　　تو اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا

حاشیے میں یہ بھی لکھا گیا ہے ''جب حدیبیہ کے موقع پر آن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ صحابہ کے ہاتھ پر رکھ کر بیعت لی تھی تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ید اللہ فوق أیدیھم: ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے''۔(۲۵)

؎ ریع را آن رانے حدو نے عدبود　　کمترین دانه دهد ہفت صد بود

اس کی پیداوار کی حدوشمار نہیں ہے　　معمولی دانے ڈالے تو سات سو ہو جائیں

مترجم نے حاشیے میں یہ معلومات تحریر کی ہیں: ''ریع: پیداوار- قرآن پاک میں ہے

مثل الذین ینفقون اموالهم فی سبیل الله کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة ماته حبة

جو لوگ خدا کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کی خیرات کی مثال اس دانے کی سی ہے

جس سے سات بالیاں پیدا ہوں اور ہر بال میں سو دانے''۔(۲۶)

پوری مثنوی میں ایسی مثالوں کی تعداد ان گنت ہے مگر مترجم نے بڑی حوصلہ مندی سے ایک ایک کی توضیح پیش کی ہے۔

مولانا نے قرآنی آیات وقصص کے علاوہ، احادیث کو بھی اپنی حکایات اور اشعار کا موضوع بنایا ہے۔ قاضی سجاد حسین نے بری عرق ریزی سے ان رموز و نکات کی طرف اشارہ کیا ہے لیکن اس حوالے سے مقدمہ دفتر اول میں آپ نے اس بات کی اور وضاحت کی ہے کہ:

''بہرحال مثنوی میں بہت سی احادیث وہ ہیں جو محدثین کی اصطلاح میں کسی طرح بھی حدیث کہلانے کی مستحق نہیں اور ایسی احادیث کو حدیث کہہ کر بیان کر دینے کے معاملے میں محدثین کا طرز عمل بہت سخت ہے۔ نیز مولانا نے مثنوی میں بعض آیات کی وہ تفسیر کی ہے جو معتبر مفسرین کے نزدیک کسی طرح درست نہیں ہے۔ لہذا مثنوی کا مطالعہ کرنے والوں کو ان امور کا لحاظ رکھنا چاہیے اور مثنوی کا مطالعہ محض تصوف کی کتاب سمجھ کر کرنا چاہیے۔'' (۲۷)

ذیل میں نمونے کے اشعار پیش ہو رہے ہیں:

| | |
|---|---|
| ؎ رحمت او سابق است از قہر او | سابقی خواہی برو سابق بجو |
| اس کی رحمت اس کے قہر سے پہلے ہے | تو آگے بڑھنا چاہتا ہے تو جا سابق کی تلاش کر |

مترجم نے حاشیے میں اسی شعر کے حوالے سے لکھا ہے۔ حدیث قدسی ہے:

"سَبَقت رَحُمتَی عَلٰی غَضَبی"

''میری رحمت میرے غضب پر سبقت لیے ہوئے ہے''۔(۲۸)

| | |
|---|---|
| ؎ زین قبل فرمود احمدؐ در مقال | در زبان پنہان بود حسن رجال |
| اس سلسلے میں آنحضورؐ نے گفتگو میں فرمایا | انسانوں کا حسن زبان میں پوشیدہ ہوتا ہے |

مترجم نے حاشیے میں یہ وضاحت کی ہے، حدیث میں ہے:

"اَلُمَرءُ مَخُفی تَحُتَ لِسَانِہ"

''یعنی انسان کی خوبی اس کی زبان میں چھپی ہوئی ہے''۔(۲۹)

| | |
|---|---|
| ؎ تابیابی بوی خلد از یارمن | چون محمدؐ بوی رحمان از یمن |
| تاکہ میرے دوست کے ذریعہ بہشت کی خوشبو حاصل کرے | جیسا کہ آنحضورؐ نے یمن سے خدا کی خوشبو حاصل کی |

مترجم نے حاشیے میں اس شعر کی تشریح میں لکھا ہے:

''یہ حضرت اویس قرنیؓ کے قصے کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت اویسؓ یمن میں رہتے تھے اور بڑے عاشق رسول تھے لیکن بعض مجبوریوں کی وجہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

حاضر نہیں ہو سکے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اِنی لاجد ریح الرحمٰن من قبل الیمن: میں یمن کی جانب سے خدا کی خوشبو سونگھتا ہوں۔'' (۳۰)

جیسا کہ کہہ آئے ہیں قاضی سجاد حسین کے مطابق مثنوی کی بعض احادیث، حدیث کہلانے کی مستحق نہیں ہیں۔ مترجم نے حاشیے میں اس قسم کی احادیث کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ دفتر اول میں ایک حکایت کا عنوان یوں درج ہے:

'وصیت کردن رسول خدا مر علی را کہ چون ھر کسی بہ نوع طاعتی تقرب بہ حق جوید تو تقرب جو بہ صحبت عاقل و بندہ خاص تا از ایشان ھمہ پیش قدم باشی
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم إذا تقرب الناس إلی خالقھم بانواع البر فتقرب إلی اللہ بالعقل والسر تسبقھم باللہ جات والزلفی عند الناس فی الدنیا و عند اللہ فی الاخرۃ۔

''رسول خدا کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت کرنا کہ جب ہر شخص اللہ کا تقرب کسی قسم کی اطاعت کے ذریعہ ڈھونڈتا ہے، تو عقلمند اور خاص بندے کی صحبت کے ذریعہ تقرب چاہتا کہ ان سب سے آگے بڑھ جائے۔ دنیا میں لوگوں کے نزدیک اور آخرت میں اللہ کے نزدیک۔''

حاشیے میں مترجم نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ''یہ حدیث ان الفاظ سے حدیث کے ذخیرے میں نہیں ہے مضمون صحیح ہے۔'' (۳۱)

دوسرا شعر دیکھیے:

- چون طلب کر دی بجد آمد نظر جد خطا نکند چنین آمد خبر
  جب تو نے کوشش سے طلب کی وہ نظر آئی حدیث میں آیا ہے کہ کوشش رائیگاں نہیں جاتی

مترجم نے حاشیے میں اس شعر کی یوں توضیح کی ہے:

''جد: کوشش، خبر: اصطلاح میں حدیث شریف کو کہتے ہیں لیکن یہ حدیث نہیں بلکہ ایک مشہور مقولہ ہے: مَن جد وجد: جس نے کوشش کی اس نے پایا۔'' (۳۲)

ان مثالوں سے پتہ چلتا ہے کہ مترجم قرآنی علوم اور علم حدیث میں مہارت رکھتے تھے۔ رومی نے مثنوی معنوی میں اپنے خیالات کے انتقال کے لیے بہت سی کہانیوں، تاریخی، مذہبی اور افسانوی شخصیات اور قدیم مکانات کا ذکر کیا ہے۔ مترجم نے بڑی محنت سے حاشیے میں ان موضوعات کے حوالے سے قابل قدر معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ اس قسم کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

- آن شنیدی داستان بایزید کوز حال بو الحسن پیشین چہ دید
  تو نے (حضرت) بایزیدؒ کا وہ قصہ سنا ہے کہ انھوں نے (حضرت) ابوالحسن کا حال پہلے ہی کیا دیکھ لیا تھا؟

حاشیے میں بایزید کے حوالے سے یہ وضاحت ملتی ہے۔''بایزید: نام طیفور ہے۔اس لیے ان کے سلسلے کے لوگ طیفوری کہلاتے ہیں۔حضرت جنید بغدادی نے فرمایا کہ بایزید کو ہم میں وہی نسبت ہے جو حضرت جبرئیل کو فرشتوں میں۔بہتر سال کی عمر میں بسطام میں ۲۳۴ھ میں وفات پائی۔ابوالحسن خرقانیؒ: سلطان محمود غزلوی کے دور کے بزرگ ہیں۔روحانیت اور اویسیت کے طور پر ان کو بایزید سے نسبت ہے۔آپ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے۔۴۲۴ھ میں خرقان میں وفات پائی۔(۳۳)

- هین عزیرا درنگر اندر خرت | که ببو سیدست وریزیده برت
  ہاں اے عزیر! اپنے گدھے کو دیکھ | کہ تیرے سامنے گلا سڑا اور ریزہ ریزہ ہے

حاشیے میں عزیر کے حوالے سے یہ معلومات درج ہیں:

''عزیر: ایک پیغمبر تھے جن کا ذکر سورہ بقرہ کی آیتوں او کالذی مرعلی قریۃ الخ میں ہے۔یہ ایک ویران بستی پر سے گزرے تو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تو اس کو کیسے آباد کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اور ان کے گدھے پر فوراً موت طاری کر دی۔سو برس تک وہ مردہ حالت میں رہے اور پھر ان کو زندہ کر دیا۔اس عرصے میں گدھا بالکل سڑ گل چکا تھا۔حضرت حق نے اس کے اجزاء کو جمع کر دیا اور وہ پھر زندہ ہو گیا تو فرمایا اسی طرح میں اس بستی کو آباد کروں گا۔''(۳۴)

- اے دواے نخوت و ناموس ما | اے تو افلاطون و جالینوس ما
  اے ہمارے تکبر اور عزت طلبی کی دوا | اے کہ تو ہمارا افلاطون اور جالینوس ہے

مترجم نے حاشیے میں افلاطون اور جالینوس کے بارے میں لکھا ہے:

''افلاطون: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا مشہور حکیم ہے۔جالینوس: روم اور مصر کا مشہور حکیم ہے جس کا مشہور شاگرد بقراط ہے۔''(۳۵)

- قصه اصحاب ضروان خوانده ای | پس چرادرحیله جوئی مانده ای
  تو نے ضروان والوں کا قصہ پڑھا ہے | پھر تو کیوں حیلہ جوئی میں لگا ہے؟

حاشیے میں ضروان کے حوالے سے یہ باتیں درج ہیں:

''ضروان: یمن میں صنعا کے قریب ایک گاؤں ہے۔اس کے باشندوں کا یہ قصہ قرآن میں مذکور ہے۔''(۳۶)

- پیش شاہنشاہ بردش خوش بناز | تابسوزد برسر شمع طراز
  اس کو بادشاہ کے سامنے بڑے ناز کے ساتھ لے گیا | تاکہ اس کو طراز کی شمع کے سر پر جلا دے

مترجم نے طراز کے بارے میں لکھا ہے:''طراز: ملک چین کا ایک حسن خیز شہر ہے''۔(۳۷)

- جاے روح پاك علیین بود | جاے روح ہرنجس سجین بود

پاک روح کا مقام علیین ہے ہر ناپاک روح کا مقام سجین ہے

حاشیے میں مزید وضاحت یہ ملتی ہے: ''علیین : جنت کا اعلیٰ مقام ہے۔سجین : جہنم کا برا مقام ہے۔'' (۳۸)

پورے ترجمے میں اس طرح کی مثالیں جابجا نظر آتی ہیں۔ قاضی صاحب نے بڑے سلیقے سے وضاحت طلب الفاظ کے بارے میں معلومات فراہم کی ہیں۔ آپ نے بڑے علمی انداز میں ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور قارئین کے لیے معلومات کا ایک بڑا ذخیرہ تیار کیا ہے۔

اگر چہ ترجمہ بحیثیت مجموعی بہت اچھا ہے تاہم مترجم کو بعض مقامات پر تسامح ہوا ہے اور یوں غلطیاں بھی سرزد ہوئی ہیں۔ قاضی سجاد حسین نے مثنوی معنوی کے ترجمے کے لیے لفظی ترجمے کا طریق کار اختیار کیا ہے۔ اس طریق کار میں اگر لغت کے مطابق شعر کا ترجمہ کیا جائے تو غلطی کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ خاص طور پر مترجم کو محاوروں کے ترجمے کے دوران، لفظی ترجمے کو چھوڑ کر مفہوم تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ذیل میں قاضی سجاد حسین کے ترجمے کے چند اشعار پیش ہو رہے ہیں جن میں لفظی ترجمے کی وجہ سے مترجم سے غلط فہمی ہوئی ہے۔

- چوکند دعوی خیاطی کسی افگند درپیش او شه اطلسی
جب کوئی درزی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے بادشاہ اس کے سامنے اطلس ڈال دیتا ہے
که ببراین را بغلطاق فراخ زامتحان پیدا شود اورا دو شاخ
کہ اس کی چوڑی قبا تراش دے اور امتحان سے اس کے دونوں پہلو ظاہر ہو جاتے ہیں

مترجم نے حاشیے میں یہ بھی لکھا ہے:

''اطلس: ایک ریشمی کپڑا ہے۔ غلطاق: قبا، دوشاخ: دعوی کے دونوں پہلو یعنی اس کا صحیح یا غلط ہونا۔'' (۳۹)

مترجم نے مشکل الفاظ کا مفہوم دے کر بڑی آسانی پیدا کی ہے۔ لغت میں دیکھا جائے تو فارسی محاورہ ''شاخ پیدا شدن'' کا مطلب رسوا شدن یعنی رسوا ہونا ہے۔ رومی کہتے ہیں جب کوئی درزی ہونے کا دعوی کرتا ہے تو بادشاہ قبا سینے کے لیے اسے ایک کپڑا دیتا ہے اور امتحان کرنے سے وہ شخص رسوا ہو جاتا ہے۔ مترجم کو اس محاورے کا مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ ڈاکٹر محمد استعلامی نے بھی اپنی شرح میں ''شاخ پیداشدن'' کو رسوا ہونا ترجمہ کیا ہے۔(۴۰)

ذرا اس شعر کا ترجمہ دیکھیے:

- می ندانم که مرا چون می کشی گاه در بر – گاه درخون می کشی
میں نہیں جانتا کہ تو مجھے کیوں کھینچتا ہے کبھی بغل میں، کبھی خون میں قتل کرتا ہے (۴۱)

اس شعر میں دو فارسی محاورے ''در بر کشیدن'' اور ''درخون کشیدن'' موجود ہیں۔ در بر کشیدن کا مطلب ''گود میں لینا/ پیار کرنا'' ہے اور درخون کشیدن کا مفہوم ''قتل کرنا'' ہے۔ ''کشیدن'' اور ''کشتن'' دونوں فارسی زبان کے

مصادر ہیں۔ کشیدن کا بُن مضارع ''کَش'' (بفتح کاف) اور کشتن سے بن مضارع ''کُش'' (بضم کاف) ہے۔ چونکہ فارسی زبان میں اعراب گذاری کا اہتمام نہیں کیا جاتا اس لیے مترجم نے ''درخون کشیدن'' کو ''درخون کشتن'' پڑھ کر اسے ''خون میں قتل کرنا'' ترجمہ کیا ہے۔ تکنیکی حوالے سے بھی دیکھا جائے تو دونوں مصرعوں میں ''چون'' اور ''خون'' قافیہ ہیں جبکہ ''می کشی'' کے الفاظ بطور ردیف ہوئے ہیں جو نا قابل تبدیلی ہیں۔

لفظی ترجمے کے دوران بعض اوقات مترجم الفاظ کے ظاہری معنی کو دیکھتے ہیں اور ان کی تہہ میں موجود مفہوم تک رسائی حاصل نہیں کر پاتے۔ قاضی سجاد حسین کے ترجمے میں بھی چند ایک ایسی مثالیں موجود ہیں جن میں تحت اللفظ ترجمے کی وجہ سے صحیح مفہوم تک رسائی نہیں ہوسکتی ہے۔ مثال کے طور پر دیکھیے:

ے نعل بینی باژ گونہ در جہاں — تختہ بند انرا لقب گشتہ شہاں
دنیا میں الٹی نعل بندی دیکھ لے — پھانسی پر چڑھنے والوں کا لقب بادشاہ ہوگیا ہے

مترجم نے حاشیے میں لکھا ہے:

''یعنی دنیا کے کام الٹے ہیں جو دنیا کے قیدی ہیں لوگ ان کو شاہ کہتے ہیں اور جو لوگ شاہ ہیں، ان کو فقیر اور گدا کہتے ہیں۔'' (۴۲)

اگرچہ مترجم نے حاشیے میں درست مفہوم کی طرف اشارہ کیا ہے، لیکن جو لفظی ترجمہ بین السطور میں مرقوم ہے اس میں کچھ خامیاں نظر آتی ہیں۔ ڈاکٹر محمد استعلامی نے ''نعل باژگونہ'' کی تشریح میں لکھا ہے کہ پرانے وقتوں میں ڈاکو جس راستے سے گزر جاتے تھے، پیچھا کرنے والوں کو گمراہ کرنے کے لیے نعل سے غلط نشانات مٹی پر چھوڑتے تھے۔ اس ایرانی شارح نے ''تختہ بند'' کی وضاحت میں لکھا ہے کہ بادشاہ تخت سلطنت کے قیدی ہیں اور ان لوگوں کو سلطان کا لقب دیا گیا ہے۔ (۴۳)

اس طرح کی ایک اور مثال پیش خدمت ہے:

ے بعدازاں از بانگ زنبورہوا — بانگ آب جونیوشی اے کیا
اس کے بعد ہوا کی بھڑ کی آواز سے — اے معزز! تو نہر کے پانی کی آواز سنے گا

مترجم نے حاشیے میں مزید وضاحت کی ہے:

''جب ضرورت پیدا کرے گا غیب سے پانی کی آواز آنے لگی گی۔ غرضیکہ مطلوب کی فکر میں نہ پڑو اس کی حاجت پیدا کرو، مطلوب خود حاصل ہو جائے گا۔'' (۴۴)

اس شعر کے پہلے مصرع میں ''بانگ زنبور ہوا'' سے مراد بجلی کا کڑکنا ہے۔ مترجم نے حاشیے میں صحیح مفہوم کی طرف اشارہ کیا ہے مگر لفظی ترجمہ کرکے ابہام پیدا کر دیا ہے اور اصل معنی کی طرف اشارہ نہیں کیا ہے۔

ایک اور مثال ملاحظہ ہو:

ے **نیست وش باشد خیال اندر جہاں** — **توجہانی برخیالی بین رواں**
دنیا میں خیال معدوم کی طرح ہوتا ہے — تو دنیا کو بھی خیال کی طرح چلتی پھرتی چیز سمجھ

مترجم حاشیے میں رقم طراز ہیں:

''خیال کبھی موجود ہوتا ہے کبھی معدوم۔ وش: مانند- جھانی: دنیا کا وجود بھی محض خیالی ہے''۔۴۵

اس شعر کے پہلے مصرع کا ترجمہ درست ہے۔ مگر دوسرے مصرع میں رومی کہتے ہیں کہ اگرچہ خیال کی کوئی حیثیت نہیں ہے مگر یہی خیالات، انسانی افعال کا سرچشمہ اور منبع ہیں اور دنیا انھی تصورات اور خیالات کی بنیاد پر چلتی ہے۔ اس بات کی اثبات میں اگلا شعر ملاحظہ کیجیے:

**؎ برخیالی صلح شان و جنگ شان     وزخیالی فخرشان و ننگ شان**

ان کی صلح اور لڑائی خیال کے مطابق ہوتی ہے     ان کا فخر اور ذلت خیال ہی سے ہے۔

ان باتوں کے پیش نظر دیکھتے ہیں کہ قاضی سجاد حسین نے دوسرے مصرع کا مطلب صحیح نہیں لکھا ہے۔

جیسا کہ ذکر کیا گیا قاضی سجاد حسین نے مثنوی معنوی مطبوعہ نامی کانپور کو اپنے ترجمے کی بنیاد بنائی ہے۔ دفتر اول کے دیباچے کے مطابق اس نسخے میں ۲۶۶۶۰ اشعار ہوں گے۔ میرے پیش نظر نسخے کے مقابلے میں قاضی سجاد حسین کے زیر نظر نسخہ ہزار کے قریب اضافی اشعار پر مشتمل ہے۔ طول کلام سے بچنے کے لیے میں اضافی اشعار کا ذکر نہیں کرنا چاہتی مگر ذیل میں چند ایسے اشعار پیش خدمت ہوں گے جن میں اختلاف نسخ کی وجہ سے شعر کا مفہوم تبدیل ہوگیا ہے۔ مثال کے طور پر قاضی سجاد حسین نے یہ شعر اس انداز میں درج کیا ہے:

؎ من چه گویم ہوش دارم پیش و پس     چون نباشد نور یارم ہم نفس(۴۶)

یہی شعر نکلسن (۴۷) اور ڈاکٹر استعلامی (۴۸) کے نسخے میں اس طرح مرقوم ہے:

؎ من چگونه ہوش دارم پیش و پس     چون نباشد نور یارم پیش و پس

مترجم کے نسخے کے مطابق:

؎ زان کنیزك برطریق راستان     بازمی پرسید حال پاستان(۴۹)

ڈاکٹر استعلامی (۵۰) اور نکلسن (۵۱) کے مطابق:

؎ زان کنیزك برطریق داستان     بازمی پر سید حال دوستان

مترجم کے نسخے کے مطابق:

؎ گفت شیطانش خموش اے سخت رو     چند گوئی آخرا ے بسیار گو (۵۲)

نکلسن (۵۳) اور ڈاکٹر استعلامی (۵۴) کے مطابق:

؎ گفت شیطان آخرای بسیار گو     این همه الله را لبیك کو؟

مترجم کے نسخے کے مطابق:

؎ در دل نه دل حسدها سرکند     نیست راو هست را مضطر کند(۵۵)

نکلسن (۵۶) اور استعلامی (۵۷) کے مطابق:

؎ در دل نه دل حسدها سرکند     نیست راهست این چنین مضطر کند

اس طرح ان نسخوں کے باہمی موازنے سے بہت سے ایسے اختلافات کا سراغ ملتا ہے لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ قاضی سجاد کے دور میں علمی معیاروں کی بنیاد پر مثنوی معنوی کے تدوینی نسخے موجود تھے۔ اس سلسلے میں نکلسن کے نسخے کی طرف اشارہ کرسکتے ہیں۔ اس کے باوجود آپ نے ماقبل شارحین کی پیروی میں برصغیر میں موجود نسخے کو ہی اپنے ترجمے کی بنیاد بنایا ہے جس میں الحاقی اشعار کی کثرت ہے۔

مجموعی طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ قاضی سجاد حسین نے اپنی ان تھک محنتوں سے مثنوی معنوی کو بڑے علمی انداز میں اردو نثر میں منتقل کیا ہے۔ آپ نے وقتی ذوق کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر بڑی خوش اسلوبی سے یہ فریضہ سرانجام دیا ہے۔ مترجم نے مصرع کے نیچے بین السطور میں اختصار سے ترجمہ درج کیا ہے مگر حاشیے میں وضاحت طلب تمام مقامات کی تشریح و توضیح کی ہے۔ انھوں نے ہر دفتر کے دیباچے میں نہایت قابل فہم انداز میں ہر دفتر سے متعلق صوفیانہ اور فلسفیانہ خیالات کی وضاحت کی ہے۔ راقم السطور کے خیال میں دور حاضر میں اگر کوئی مثنوی معنوی کا علمی مطالعہ کرنا چاہے تو قاضی سجاد حسین کا ترجمہ اس کی یہ خواہش پوری کرسکتا ہے۔

---

### حوالہ جات:


(۱) علی بیات- دیوان حافظ کے اردو تراجم- تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی اردو، مملوکہ جامعہ پنجاب، ۲۰۰۸ء، ص:۲۳۲

(۲) قاضی سجاد حسین (مترجم) - مثنوی مولوی معنوی - لاہور: الفیصل، سنہ ندارد، ج: اول/ دفتر اول، ص: ۸

(۳) فرانکلین دین لوئیس- مولانا، دیروز تا امروز، شرق تا غرب (مترجم: حسن لاہوتی)- تہران: نشر نامک، چاپ چہارم، ۱۳۹۰ش، ص: ۴۰۲

(۴) قاضی سجاد حسین (مترجم) - مثنوی مولوی معنوی - لاہور: الفیصل، سنہ ندارد، ج اول/ دفتر دوم، ص: ۱

(۵) ایضاً، ج اول/ دفتر اول، ص: ۱۰

(۶) قاضی سجاد حسین (مترجم) - مثنوی مولوی معنوی - لاہور: پیکجز لمیٹڈ، سنہ ندارد، ج سوم/ دفتر ششم، ص: ۸۵

(۷) ایضاً، ج سوم/ دفتر پنجم، ص: ۲۷۷

(۸) بحوالہ ایضاً، ص: ۴۳

(۹) قاضی سجاد حسین (مترجم) - مثنوی مولوی معنوی - ج اول/ دفتر دوم، ص: ۱۱۵

(۱۰) قاضی سجاد حسین (مترجم) - مثنوی مولوی معنوی - لاہور: پیکجز لمیٹڈ، سنہ ندارد، ج دوم/ دفتر سوم، ص: ۱۵

(۱۱) قاضی سجاد حسین (مترجم) - مثنوی مولوی معنوی - ج اول/ دفتر اول، ص: ۵۳

(۱۲) ایضاً، ص: ۴۶

(۱۳) قاضی سجاد حسین (مترجم) - مثنوی مولوی معنوی - ج دوم/ دفتر سوم، ص: ۳۵۸

(۱۴) بحوالہ قاضی سجاد حسین (مترجم)- مثنوی مولوی معنوی -ج اول/ دفتر اول،ص:۴۳
(۱۵) ایضاً،ص:۹۱
(۱۶) ایضاً، ج اول/ دفتر دوم،ص:۲۷۰
(۱۷) ایضاً، ج دوم/ دفتر سوم،ص:۱۶۴
(۱۸) ایضاً، ج دوم/ دفتر دوم،ص: ۴۸
(۱۹) ایضاً، ج سوم/ دفتر پنجم،ص:۱۹۴
(۲۰) ایضاً، ج دوم/ دفتر سوم،ص: ۱۶۵
(۲۱) ایضاً، ج دوم/ دفتر چہارم،ص: ۶۵
(۲۲) ایضاً، ج دوم/ دفتر سوم،ص:۲۶۴
(۲۳) ایضاً، ج دوم/ دفتر چہارم،ص:۱۰۲
(۲۴) ایضاً،ص:۳۴
(۲۵) ایضاً، ج اول/ دفتر دوم،ص: ۱۸۷
(۲۶) ایضاً، ج دوم/ دفتر چہارم،ص: ۱۸۷
(۲۷) ایضاً، ج اول/ دفتر اول،ص: ۲۸
(۲۸) ایضاً، ج دوم/ دفتر چہارم،ص:۳۰۶
(۲۹) ایضاً، ج دوم/ دفتر سوم،ص:۱۵۴
(۳۰) ایضاً، ج دوم/ دفتر چہارم،ص:۶۴
(۳۱) ایضاً، ج اول/ دفتر اول،ص: ۳۱۰
(۳۲) ایضاً، ج اول/ دفتر دوم،ص: ۱۶۸
(۳۳) ایضاً، ج دوم/ دفتر چہارم،ص: ۱۷۷
(۳۴) ایضاً، ج دوم/ دفتر سوم،ص: ۱۷۷
(۳۵) ایضاً، ج اول/ دفتر اول،ص:۳۳
(۳۶) ایضاً، ج دوم/ دفتر سوم،ص:۵۶
(۳۷) ایضاً، ج اول/ دفتر اول،ص:۵۲
(۳۸) ایضاً، ج سوم/ دفتر پنجم،ص:۳۶۲
(۳۹) ایضاً، ج دوم/ دفتر سوم،ص:۴۷
(۴۰) ایضاً،ص: ۲۵۷
(۴۱) ایضاً، ج سوم/ دفتر ششم،ص:۸۳
(۴۲) ایضاً، ج سوم/ دفتر پنجم،ص:۵۲
(۴۳) دکتر محمد استعلامی- متن و شرح مثنوی مولانا- تہران: مہارت، چاپ نہم، ۱۳۸۷ش، دفتر پنجم،ص: ۲۳۵

(۴۴) قاضی سجاد حسین (مترجم) - مثنوی مولوی معنوی - ج دوم/ دفتر سوم، ص: ۳۱۰
(۴۵) ایضاً، ج اول/ دفتر اول، ص: ۴۸
(۴۶) ایضاً، ص: ۳۴
(۴۷) مولانا جلال الدین رومی، مثنوی معنوی مولوی، مدونہ: رینولد-ای-نیکلسون-تہران: انتشارات شرق، چاپ سوم، ۱۳۷۲اش، ص: ۴۶
(۴۸) دکتر محمد استعلامی- متن و شرح مثنوی مولانا، مہارت-تہران: چاپ نہم، ۱۳۸۷اش، دفتر اول، ص: ۹۶
(۴۹) قاضی سجاد حسین (مترجم) - مثنوی مولوی معنوی - ج اول/ دفتر اول، ص: ۴۷
(۵۰) بحوالہ دکتر محمد استعلامی- متن و شرح مثنوی مولانا- دفتر اول، ص: ۱۰۲
(۵۱) بحوالہ مولانا جلال الدین رومی- مثنوی معنوی مولوی- مدونہ: رینولد-ای-نیکلسون، ص: ۵۲
(۵۲) قاضی سجاد حسین (مترجم) - مثنوی مولوی معنوی - ج دوم/ دفتر سوم، ص: ۳۲
(۵۳) بحوالہ مولانا جلال الدین رومی- مثنوی معنوی مولوی- مدونہ: رینولد-ای-نیکلسون، ص: ۴۰۷
(۵۴) دکتر محمد استعلامی- متن و شرح مثنوی مولانا، مہارت-تہران: چاپ نہم، ۱۳۸۷اش، دفتر سوم، ص: ۱۷
(۵۵) قاضی سجاد حسین (مترجم) - مثنوی مولوی معنوی - ج سوم/ دفتر پنجم، ص: ۵۲
(۵۶) بحوالہ مولانا جلال الدین رومی، مثنوی معنوی مولوی- مدونہ: رینولد-ای-نیکلسون، ص: ۸۶۷
(۵۷) بحوالہ دکتر محمد استعلامی- متن و شرح مثنوی مولانا- دفتر پنجم، ص: ۶۳